پہنچا رہے تھے۔ صحابہ اور تابعین کے بعد اب تبع تابعین کے درس دینے کا زمانہ تھا۔ مدینہ منورہ میں اس وقت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا حلقۂ درس ممتاز تھا۔ "امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ درس میں سادہ قالین کا فرش ہوتا، صفائی کا بہترین انتظام رہتا جا بجا پنکھے اور خوشبو کا خاص اہتمام رہتا تھا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ہم امام صاحب کی مجلس میں زور سے ورق اُلٹتے ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں ورق اُلٹنے کی آواز امام کے کان تک نہ پہنچے اور مجلس کے سکون و وقار میں فرق آجائے"۔[1]

امام مالک کے درس کا غلغلہ حجاز و عرب سے نکل کر ہسپانیہ و ٹیونس تک پہنچا۔ اور اہل مدینہ میں تحصیل علم کا جذبہ انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ عورتیں اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے اپنے مال اور اثاثہ کو قربان کر دیتی تھیں۔ چنانچہ اس زمانہ کا ایک واقعہ ہم ذکر کرتے ہیں جس سے اہل مدینہ کے شوقِ علم کا حال معلوم ہو سکے گا۔ امام ربیعۃ الرائے (جو امام مالک اور خواجہ حسن بصری کے اُستاد تھے) کے والد فروخ (عبدالرحمٰن) بنی اُمیہ کے عہد میں لشکر اسلام میں ملازم تھے۔ جس زمانہ میں امام ربیعۃ الرائے اپنی والدہ کے بطن میں تھے اُس وقت ایک لشکر دمشق کی جانب سے خراسان کو روانہ کیا گیا تھا، اور فروخ اُس لشکر میں سردار مقرر ہوئے تھے۔ وہ دور اسلامی فتوحات کا تھا، اور مسلمان فرمانروا برو بحر کو اسلامی جھنڈے کے نیچے لانے کا اہتمام کر رہے تھے۔ فروخ کو خراسانی مہم میں متواتر ستائیس برس گھر سے باہر رہنے کا اتفاق ہوا۔ جب وہ جہاد سے لوٹے تو جس بچہ کو اُس کی ماں کے بطن میں چھوڑ گئے تھے وہ بڑا ہو کر اور زیور علم سے آراستہ ہو کر امام وقت بن چکا تھا۔ قصہ مختصر جب فروخ لوٹ کر اپنے وطن مدینہ منورہ پہنچے تو گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لیے نیزہ کی انی سے اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ربیعہ نے جو کھٹکا سنا تو دروازہ کھول کر باہر آئے، باپ نے بیٹے کو نہ پہچانا مگر گھر اُنہی کا تھا

[1] نوالی التاسیس ص ۶۶

دروازہ کھلنے پر بے تکلف اندر جانے لگے۔ ربیعہ کو یہ دیکھ کر وحشت ہوئی اور ڈانٹ کر کہا "او خدا کے دشمن تو میرے مکان میں کیوں گھسا جاتا ہے، سپاہی منش فروخ کو جن کی رگوں میں فتوحات کا جوش تازہ تھا یہ سُن کر طیش آیا، اور کہا کہ "خدا کے دشمن یہ بتلا کہ میری حرم سرا میں تیرا کیا ہے" غرض بات بڑھی اور بیچ بچاؤ کے لیے پڑوسی جمع ہو گئے۔ امام مالک بھی اُستاد کا معاملہ سمجھ کر وہاں تشریف لے آئے اور مصلحانہ لہجے میں فروخ سے کہا۔ بڑے میاں اگر آپ کو ٹھہرنا ہی مقصود ہے تو دوسرا مکان موجود ہے، چلیے وہاں شوق سے ٹھہریے۔ امام صاحب کی نرم گفتگو نے فروخ کے دل پر اثر کیا اور کہا کہ جناب میرا نام فروخ ہے، اور یہ مکان میرا ہی ہے۔ ربیعہ کی والدہ نے جب نام سُنا تو پہچانا اور کہا کہ یہ تو ربیعہ کے باپ ہیں۔ اب تو باپ بیٹے ایک دوسرے سے گلے ملے، اور خوب روئے دلوں کی بھڑاس جب رونے سے کم ہوئی تو دونوں گھر میں آئے اور جوشِ محبت میں صاف دل باپ نے بیوی سے پوچھا کہ کیا یہ میرا ہی بیٹا ہے؟ اُنہوں نے کہا "جی ہاں" فروخ کو اطمینان ہو گیا تو باتوں باتوں میں ان کو وہ تیس ہزار اشرفیاں یاد آئیں جو چلتے وقت بی بی کے سپرد کر گئے تھے، اور اُن کی بابت بیوی سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ عقلمند بیوی نے کہا کہ گھبرائیے نہیں، وہ حفاظت سے رکھی ہیں۔ اس عرصہ میں ربیعہ حسبِ معمول مسجدِ نبوی میں جا کر اپنے حلقۂ درس میں بیٹھ چکے تھے جس میں امام مالک اور حضرت حسن بصری جیسے شاگرد شامل درس تھے۔ شاگردوں کا یہ ہجوم تھا کہ چاروں طرف سے شیخ کو گھیرے ہوئے تھے۔ فروخ نماز پڑھنے جو مسجد میں گئے تو وہاں کا یہ عالم دیکھ کر دیر تک شوق سے اس مجمع کو دیکھتے رہے۔

ربیعہ اس وقت سر جھکائے ہوئے تھے، اور سر پر اونچی ٹوپی پہنے ہوئے تھے، اس لیے باپ کو بیٹے کے پہچاننے میں دقت ہوئی اور اُنہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ شیخ کون ہیں؟ جواب ملا کہ ربیعہؒ ابن عبدالرحمٰن (فروخ)۔ فروخ کی اس وقت کی مسرت کا اندازہ خدا تعالیٰ کے سوا کون کر سکتا ہے

جب خوش خوش گھر لوٹے تو بی بی سے سارا ماجرا بیان کیا۔ بی بی نے دریافت کیا کہ اس شان کا بیٹا آپ کو زیادہ پسند ہے؟ یا تیس ہزار اشرفیاں۔ شوہر نے کہا کہ واللہ میں اس شان کے بیٹے کو زیادہ پسند کرتا ہوں بی بی نے کہا کہ میں نے وہ اشرفیاں آپ کے صاحبزادے کی تعلیم میں صرف کر دیں۔ نیک دل شوہر نے کہا کہ خدا کی قسم تم نے میرے مال کو ضائع نہیں کیا۔ غرض اس زمانہ کے ذوق وشوقِ علم کا یہ حال تھا کہ مرد تو مرد عورتیں بھی اپنی بہترین پونجی کو تحصیل علم اور تربیت اولاد کے لیے بے دریغ صرف کر دیتی تھیں۔ اسی زمانہ میں یحییٰ بن یحییٰ نے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور امام مالک بن انس کے درس میں شریک ہوئے۔

علم کا غیر معمولی شوق اور عجیب قصہ

مورخین نے ان کی طالب علمی کے زمانہ کا ایک عجیب وغریب واقعہ لکھا ہے۔ ایک دن یحییٰ بن یحییٰ اپنے ہم جماعت اصحاب کے ساتھ امام مالک کے درس میں شریک تھے کسی ساتھی نے کہا۔ وہ دیکھو ہاتھی آیا۔ عربوں کے لیے ہاتھی ایک عجیب چیز ہے۔ ہاتھی دیکھنے کے شوق میں سب کے سب بے اختیار کھڑے ہو گئے۔ نہ اُٹھے تو یحییٰ بن یحییٰ۔ اُنھوں نے ذرا بھی اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نئی چیز کے دیکھنے کے لیے ان کے دل میں کوئی ولولہ نہیں۔ یہ اپنی جگہ اسی طرح بیٹھے رہے جیسے پہلے بیٹھے تھے۔ اُستاد (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ دیکھ کر تعجب کیا اور فرمایا یحییٰ تم ہاتھی دیکھنے کیوں نہ گئے۔ حالانکہ ہسپانیہ والوں کے لیے تو ہاتھی نیا اور عجیب جانور ہے، وہاں نہیں ہوتا۔ ہونہار شاگرد نے جواب دیا۔ میں اس قدر دور دراز ملک سے اپنا وطن چھوڑ کر ہاتھی دیکھنے نہیں آیا ہوں، بلکہ میں صرف اس لیے آیا ہوں کہ آپ کی خدمت میں رہ کر علم اور اخلاق حاصل کروں۔ امام مالک اس جواب کو سن کر بے حد مسرور ہوئے اور فرمایا "انہ عاقل اسبانیہ" (یہ ہسپانیہ کا عقلمند ہے) چنانچہ اُسی وقت سے تین آدمی تین اوصاف میں ضرب المثل ہو گئے۔

ا مقری

یحییٰ اندلس کا عقلمند، عیسیٰ بن دینار اندلس کا فقیہ، عبدالملک بن حبیب اندلس کا محدث،
یحییٰ اندلسی کا یہ جواب اور امام مالک کی پیشین گوئی دونوں آئندہ زندگی پر روشنی ڈالتی ہیں دیکھیے کہ اُستاد کی یہ پیشین گوئی شاگرد کے لیے کس طرح پوری ہوتی ہے، جب یحییٰ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے علوم حاصل کر کے اپنے وطن ہسپانیہ پہنچے، تو علوم کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہوگئے، اور فقہ مالکی اور حدیث کی اشاعت سے تمام ہسپانیہ گونج اُٹھا۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ اندلس میں کوئی جج یا سشن جج اُس وقت تک مقرر نہیں کیا جاتا تھا جب تک یحییٰ بن یحییٰ سے رائے نہ لی جاتی، یحییٰ بتاتے تھے کہ فلاں عالم اس مرتبہ اور عہدہ کے اہل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علم حدیث کے ساتھ امام مالک کا مذہب بھی تمام ہسپانیہ میں پھیل گیا۔ کیونکہ حکومت کی سرپرستی حاصل تھی[۱]۔

یحییٰ کا درجہ سلطنت میں

مقری کا بیان ہے کہ یحییٰ اپنی بے مثل دیانت و امانت کے باوجود ہسپانیہ کے حکام و امراء میں نہایت معزز و مکرم تھے، "پاکباز" اور "صالح" تو ان کا لقب ہو گیا تھا۔ اندلس کے سلاطین کے نزدیک "قاضی القضاۃ" سے ان کا درجہ کہیں بلند تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مالکی مذہب تمام ہسپانیہ پر چھا گیا تھا، حکومت وسلطنت میں ان کا وقار و اعتبار ملک میں ایسے ہی تقررات کراتا تھا جو فقہ مالکیہ کے مستند ماہر ہوں۔ اور اس طرح گویا ہسپانیہ میں فقہ مالکیہ کی اشاعت حکومت کے ساتھ ساتھ ہوئی۔ حافظ ابن حزم نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔

"دو مذہب اپنی ابتداء میں حکومت وسلطنت کے ساتھ ساتھ پھیلے، اوّل فقہ حنفیہ امام ابی حنیفہ رح کا مسلک کیونکہ جب امام ابو یوسف قضاءت کے عہدے پر ممتاز ہوئے تو انہی کے توسط سے تمام قاضی اقصائے مشرق سے اقصائے افریقہ تک مامور ہوتے تھے، اور یہ سوائے اپنے ہم مذہبوں کے کسی کو مقرر نہ کرتے تھے۔

دوسرا مذہب مالکیہ ہسپانیہ میں، کیونکہ یحییٰ بن یحییٰ کا بادشاہ ہسپانیہ کے پاس بڑا مرتبہ تھا۔

[۱] ابن خلکان ۱۲

بادشاہ مملکت اندلس میں کوئی حاکم عدالت اُس وقت تک مقرر نہیں کرتے تھے جب تک یحییٰ سے مشورہ نہ لے اور یحییٰ ایسے عالم کو تجویز کرتے تھے جو فقہ مالک کے پیرو ہوں۔

غرض یحییٰ کی پیہم کوششوں سے اندلس کی سرزمیں قرآن وحدیث سے آشنا ہی نہیں ہوئی بلکہ قرآن وحدیث کا شغف تھا کہ وہاں کے لوگ علوم شرعیہ میں مؤطا امام مالک (حدیث) اور قرآن کریم کے سوا کسی دوسری کتاب کو تسلیم نہ کرتے تھے چنانچہ مورخ مقدسی ص۲۴۲ پر لکھتا ہے:۔

"اہل ہسپانیہ کا یہ حال ہوگیا تھا کہ وہ قرآن کریم اور مؤطا کے سوا کسی کتاب کو نہ مانتے تھے"

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنّت کے ہوتے ہوئے کسی کتاب کی ضرورت نہیں

نکلسن کہتا ہے:۔

"عرب ملکِ ہسپانیہ میں صرف اقلیت ہی میں نہ تھے بلکہ یحییٰ بن یحییٰ کے زمانہ میں دین کی طرف سے غافل اور قوانین اسلام کو حقیر بھی سمجھنے لگے تھے۔ سب سے پہلا وہ شخص جس نے ہسپانیہ میں انقلاب پیدا کیا اور وہاں کے مسلمانوں میں مذہب اور دین کی غیرفانی حرارت کے ساتھ پرشوکت ایمان کی بنا ڈالی یحییٰ بن یحییٰ تھا جو بربر کا رہنے والا اور عربوں کے لیے صحیح اور قابلِ تقلید نمونہ تھا۔[۱]"

غرض امام یحییٰ بن یحییٰ نے اپنے اخلاق اور علم سے تمام ہسپانیہ کو مسخر کیا۔ اور اہل ہسپانیہ کو دین وایمان کا نمونہ دکھایا۔

اقتدار ووجاہت ایسی چیز ہے، جس کے حصول کے لیے اچھے اچھے عالم کوشاں ہوتے ہیں۔ حکومت کے اعلیٰ مناصب کا حصول بڑے بڑے علماء کا نصب العین بن جاتا ہے لیکن یحییٰ بن یحییٰ کا یہ حال تھا کہ اس مقبولیت پر بھی اُنہوں نے کبھی عہدوں اور مناصب کی طرف مُنہ پھیر کر بھی نہ دیکھا

[۱] نظرات فی تاریخ ادب الاندلسی۔

دوسروں کا تقرر کراتے بادشاہوں کو رائے دیتے لیکن خود کنارہ کش رہتے۔

وفات | مورخ مقری کے نزدیک اُنکی وفات سنہ ۲۳۴ھ میں ہوئی۔ نکلسن نے سنہ ۸۴۹ء وفات کا سنہ بتایا ہے

اجتہاد علمی | امیر عبدالرحمٰن سلطان اندلس نے فقہائے اندلس کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے فرض روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے مقاربت کر لی ہے۔ میں اپنی غلطی پر بے حد نادم ہوں، اس کی مکافات کیا ہو؟ یحییٰ بن یحییٰ نے فرمایا صرف یہ صورت ہے کہ آپ دو ماہ کے متواتر روزے رکھیں۔ امام یحییٰ کی یہ بات سُن کر کسی فقیہ کی جرأت بولنے کی نہ ہوئی۔ جب دربار سے باہر آئے تو بعض فقہاء نے دریافت کیا کہ آپ نے کفارے کی تینوں صورتیں کیوں نہ فرمائیں۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ اگر ہم سلطان کے لیے بھی یہ دروازہ کھول دیں تو اُس کے لیے یہ نہایت آسان ہے کہ غلام آزاد کر دیا کرے، یا مسکینوں کو کھانا کھلا دے، اسی لیے میں نے سخت صورت تجویز کی جس میں اُس کی نفس کشی ہے۔

تلخیص و ترجمہ

قبۃ الصخرہ

پہلی صدی ہجری کی سب سے زیادہ خوبصورت عمارت

از کیپٹن کروزیل پروفیسر فن تعمیر اسلامی جامعہ فواد اول قاہرہ

قبۃ الصخرہ پہلی صدی ہجری کی سب سے قدیم اسلامی عمارت ہے، اس کی تعمیر کے سبب سے متعلق مورخین مختلف ہیں۔ بعض کا گمان ہے کہ عبدالملک بن مروان نے اس کو اس غرض سے تعمیر کرایا تھا کہ مسلمانوں کی توجہ کعبۃ اللہ سے ہٹادے۔ چنانچہ مورخ یعقوبی متوفی ۲۶۰ھ مطابق ۸۷۴ء لکھتا ہے:-

"عبدالملک بن مروان نے جب یہ دیکھا کہ لوگ جوق درجوق حج کے لیے مکہ معظمہ جاتے ہیں اور وہاں عبداللہ بن الزبیرؓ اُن سے اپنے لیے بعیت لیتے ہیں تو اُس نے شامیوں کو حج کرنے سے منع کردیا۔ مسلمانوں میں اس حکم سے شدید ہیجان پیدا ہوگیا۔ اور اُنہوں نے کہا کہ حج ہم پر فرض ہے، عبدالملک ہم کو کس طرح اُس سے باز رکھ سکتا ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ یہ صخرہ تو وہ مقدس پتھر ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کو تشریف لیجاتے ہوئے قدم مبارک رکھے تھے۔ عبدالملک نے اس صخرہ پر ایک شاندار گنبد بنوادیا۔ دیبا کے پردے اُس پر لٹکا دیے اور مستقل خدمتگذاری کے لیے ایک عملہ مقرر کردیا۔

عبدالملک نے یہ بھی چاہا تھا کہ وہ بیت المقدس کو اپنا سیاسی پایۂ تخت بنالے گروہ

کامیاب نہیں ہو سکا"۔

یعقوبی کے برخلاف دوسرے مؤرخین ہیں جو کہتے ہیں کہ قبۃ الصخرہ تعمیر کرانے کی وجہ حج سے اہل شام کو روک دینا نہیں تھا، بلکہ اُس زمانہ میں شام اور فلسطین میں عیسائیوں کے گرجے نہایت خوبصورت اور پُرشان و شوکت تھے، جن کو دیکھ کر مسلمان حیرت زدہ ہوتے تھے، عبدالملک نے چاہا کہ مسلمانوں کی مرعوبیت فنا کر دینے کے لیے وہ ایک ایسی عظیم الشان مسجد تعمیر کرائے جو شان و شوکت کے اعتبار سے گرجاؤں سے بھی بڑھ چڑھ کر ہو، اور جس پر مسلمان عیسائیوں کے بالمقابل بجا فخر کر سکیں چنانچہ مقدسی متوفی ۹۸۵ء جو یعقوبی سے ایک صدی بعد کا ہے لکھتا ہے۔

"ایک مرتبہ میں اپنے چچا سے ولید بن عبدالملک کی فضول خرچیوں پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ اگر ولید مسجد دمشق پر خرچ کرنے کی بجائے اتنی بڑی رقم مسلمانوں کے پبلک ورکس، راستوں کے بنانے اور سرحدوں پر قلعوں کی تعمیر کرانے پر خرچ کرتا تو کیا اچھا ہوتا اور اس سے مسلمانوں کو کتنا بڑا فائدہ پہنچتا۔ اس پر میرے چچا بولے کہ ولید نے یہ جو کچھ کیا تھا اُس سے غرض یہ تھی کہ شام میں عیسائیوں کے بڑے بڑے عظیم الشان گرجا تھے اور اُن کے مقابلہ میں مسلمانوں کی ایک مسجد بھی اس پایہ کی نہیں تھی۔ اس بنا پر ولید نے یہ مسجد اس اہتمام سے بنوائی کہ نادرۂ روزگار ہو گئی۔ عبدالملک بن مروان نے بھی اسی طرح کی ضرورت کے پیش نظر قبۃ الصخرہ اس شان کا بنوایا تھا کہ وہ عیسائیوں کے قبۃ القیامہ پر فائق ہو گیا"

قبہ کی عمارت یہ قبہ ایک ہشت پہلو عمارت ہے جس کے باہر کا احاطہ بھی ہشت پہل ہے، پھر اندر کی دیواریں دیکھیے تو وہ بھی آٹھ پہلوؤں پر نظر آئینگی۔ یہ قبہ چبوتروں اور ستونوں پر قائم ہے۔ وسط میں ستونوں اور چبوتروں کا ایک دائرہ ہے جو ایک کرسی کے سہارے قبہ کو اُٹھائے ہوئے ہے۔ قبہ کا قطر ۴۴ء۲۰ میٹر ہے۔ جو ستون اور چبوترے اِس قبہ کو اُٹھائے ہوئے ہیں اُن کی تعداد چار بڑے اور بارہ چھوٹے ستون ہیں۔